# عورت اور ترقی

## (جاپان،امریکہ اور پاکستان کے تناظر میں)

| نمبر شمار | ذیلی عنوانات | نمبر شمار | ذیلی عنوانات |
|---|---|---|---|
| ۱ | ترقی اور جاپان | ۲ | خاندانی اقدار کی تباہی |
| ۳ | عالمی معیشت | ۴ | آزادئ نسواں اور ویلفیئر ٹرسٹ |
| ۵ | پاکستان اور ترقی | ۶ | امریکہ میں عورت |
| ۷ | پاکستانی عورت اور ترقی کا نصب العین | | |

مغربی اقوام نے اقوام کی ترقی کیلئے جس سماجی فلسفہ کو آگے بڑھایا ہے اسکا ایک نکتہ یہ ہے کہ ترقی کے عمل میں عورتوں کی شرکت کے بغیر خاطر خواہ نتائج کا حصول ممکن نہیں۔ یہ فقرہ تو تقریباً ضرب المثل کی حیثیت حاصل کر چکا ہے کہ مرد اور عورت گاڑی کے دو پہیوں کی حیثیت رکھتے ہیں، اسلیئے عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کے مواقع ملنے چاہئیں۔ درحقیقت اس طرح کی تحریکیں آزادی نسواں کے علمبرداروں کی طرف سے شروع میں انیسوی صدی کے آغاز میں چلائی گئیں تھیں جو بے حد مقبولیت اختیار کر گئیں۔

اس زمانے کی خاندانی اقدار میں کنبے کی معاشی کفالت کے اصل ذمہ داری مرد پر تھی اور عورت کا بنیادی فریضہ گھریلو اُمور کی انجام دہی تک محدود تھا۔ تحریک آزادی نسواں کے علمبرداروں نے اس صورت حال کو مرد کی حاکمیت اور عورت کی بدترین غلامی سے تعبیر کیا اور عورتوں کے اس استحصال کے خاتمے کیلئے یہ حل پیش کیا کہ انہیں بھی گھر کے باہر کی زندگی کے عشرت انگیز دائروں میں شریک ہونے کا موقع ملنا چاہیئے۔ معاشرت، تعلیم، سیاست، صنعت وحرفت، ملازمت، عرض ہر شعبے میں عورت کی شرکت کو مرد کی حاکمیت اور غلامی سے چھٹکارے کیلئے ذریعہ سمجھا، تقریباً ۱۸۰۰ء سے اس کا آغاز ہوا۔ بیسوی صدی کے آغاز تک تحریک آزادی نسواں کے زیادہ تر مطالبات مساوی تعلیم کے مواقع اور عورت کو ووٹ کے حقوق اپنے تک محدود تھے لیکن آج مغرب میں مساوی حقوق کا نعرہ لگایا جا رہا ہے۔

امریکہ اور یورپ نے گزشتہ دو صدیوں کے درمیان جو محیر العقول سائنسی ترقی کی ہے، اسمیں عورتوں کے حصے کو اصل تناسب سے کہیں بڑھا چڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ محدود دائروں میں عورتوں کے کردار اور حصہ سے انکار ممکن نہیں البتہ مغربی معاشرے کی اجتماعی ترقی کا معروضی جائزہ لیا جائے تو تحریک آزادی نسواں کے علمبرداروں کے دعوے مبالغہ انگیز نظر آتے ہیں۔

قومی ترقی کے لئے کیا عورتوں کا ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا ناگزیر ہے؟

اس اہم سوال کا جواب ''ہاں'' میں دینا بے حد مشکل ہے۔ اگر عورت اپنے مخصوص خاندانی فرائض کو نظر انداز کر کے زندگی کے ہر میدان میں شرکت کرے گی تو خاندانی ادارہ عدم استحکام کا شکار ہو جائے گا اور اس کی وجہ سے منفی اثرات زندگی کے دیگر شعبہ جات پر بھی پڑیں گے۔ مغرب میں یہ نتائج رونما ہو چکے ہیں!

اکیسوی صدی میں انسانی تہذیب کو جن فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا، ان میں تحریک آزادی نسواں (Fominism) کا فتنہ اپنے وسیع اثرات اور تباہ کاریوں کی بنا پر سب سے بڑا فتنہ ہے۔ مغرب میں عورتوں کو زندگی کے مختلف شعبہ جات میں جس تناسب اور شرع سے شریک کرلیا گیا اگر یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو دنیا کی ترقی کی موجودہ رفتار ہر گز برقرار نہیں رہ سکے گی بلکہ پچاس سالوں سے انسانی دنیا زوال اور انتشار میں مبتلا ہو جائیگی۔

پاکستان اور دیگر ترقی پذیر ممالک کو اس حقیقت کا ادراک کر لینا چاہیئے کہ مغرب کی اندھی تقلید میں خاندانی اداروں کو تباہ کر لینے کے باوجود وہ اُن کی طرح مادی ترقی کی منزلیں طے نہیں کرسکتیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برطانیہ، فرانس، جرمن، ہالینڈ، پرتگال، سپین اور دیگر یورپی ممالک اس وقت سائنسی ترقی کے قابل رشک مدارج طے کر چکے تھے جب ان ممالک میں عورتوں کو اپنے ووٹ کا حق نہیں ملا تھا۔ جنگ عظیم دوم سے پہلے ان ممالک میں عورتوں کا ملازمتوں میں تناسب قابل ذکر نہ تھا اس جنگ میں مرنے والے کروڑوں مردوں کے خلا کو پُر کرنے کے لئے یورپی معاشرے میں عورتوں کے بادل نخواستہ باہر نکلنے کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

## ترقی اور جاپان:۔

آج کے دور میں جاپان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ۱۹۹۰ء سے پہلے جاپان کی اشیاء نے امریکہ اور یورپ کی منڈی کو اپنے شکنجہ میں کسا ہوا تھا۔ ۱۹۹۰ء سے پہلے تک جاپانی معاشرہ مغرب کی (Feminism) تحریک کے اثراتِ فاسدہ سے محفوظ تھا۔ ترقی کے باوجود جاپانی معاشرہ نے اپنی قدیم روایات اور خاندانی اقدار کو قابل رشک انداز میں برقرار رکھا، امریکہ اور یورپی ممالک نے اپنی نصابی کتاب میں جاپان کے اُصول کو شامل کیا۔

امریکہ اور یورپی ممالک کے سازشوں کی وجہ سے ۱۹۹۰ء کے بعد جاپانی معاشرہ پر مغربی تہذیب اور Feminism کے اثرات جس تناسب سے بڑھے ہیں، اُسی رفتار سے اُن کی صنعتی رفتار میں کمی واقع ہوئی ہے اور آج جاپان جو ماضی قریب میں بہت بڑا صنعتی دیو سمجھا جاتا تھا اس کے بارے میں پیش گوئیاں کی جارہی ہیں کہ اسکی معیشت مستقبل قریب میں شدید بحران کا شکار ہوگی۔ اسکی پنکھوں کی صنعت آج کل بحران سے گزر رہی ہے۔ اسکی کمپیوٹر صنعت جس نے امریکی صنعت کاروں کے ہوش اڑا دیئے تھے آج کل سست رفتاری کا شکار ہے جاپان کی مایہ ناز ثقافتی اقدار کا جنازہ نکل رہا ہے۔ جاپان کی نوجوان نسل میں محنت کی بجائے فیشن پرستی، آزادی اور آوارگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ IMF اور مغرب کی معاشی جادوگر پریشان حال جاپانیوں کو یہ پٹی پڑھا رہے ہیں کہ اگر تم اپنی معیشت کو سنبھال لینا چاہتے ہو

تو اپنی عورتوں کو گھروں سے باہر نکالو۔ بے حد تعجب کی بات ہے، جاپانی قیادت اُن کے اس فریب کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔

## خاندانی اقدار کی تباہی:

ادھر سیکنڈے نیویا کے ممالک جہاں سیاست اور ملازمت میں عورتوں کا تناسب پوری دنیا کے مقابلے میں زیادہ ہے وہاں خاندانی اقدار کی تباہی نے انہیں پریشان کر رکھا ہے، وہاں کی عورتیں گھروں کو جہنم، ماں بننے سے گریز اور بچوں کی نگہداشت پر توجہ نہیں دیتی ہیں۔ بے نکاحی ماؤں اور حرامی بچوں کا سب سے زیادہ تناسب سیکنڈے نیویا میں ہے۔ لندن سے شائع ہونے والے شہرہ افاق ہفت روزہ ''اکانومسٹ'' نے ۲۳ جنوری ۱۹۹۹ء کی اشاعت میں ''A Survey of Nordic Countries'' کے عنوان سے سیکنڈے نیویا کے پانچ ممالک ناروے، سویڈن، ڈنمارک، فن لینڈ اور آئس لینڈ کے متعلق ایک تفصیلی جائزہ شائع کیا ہے مثلاً اکانومسٹ کے مذکورہ سروے میں ناروے کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہاں کی حکومت جوان لڑکیوں کو ''ماں'' کی ترغیب دینے اور بچوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے مالی فوائد Incentives بہم پہنچانے کے لئے قانون پارلیمنٹ میں پیش کر چکی ہے اس قانون کا بنیادی مقصد ان عورتوں کو گھر میں بیٹھنے کی ترغیب اور حوصلہ افزائی بتایا گیا ہے۔ اس قانون کی مخالفت محض انتہا پسندوں کی ایک اقلیت کر رہی ہے جن کا زیادہ تر تعلق لیبر پارٹی سے ہے وہ اُسے صنفی مساوات کے اصولوں کے منافی قرار دیتے ہیں۔ پاکستان کے آزادی نسواں کے ان جنوبی علمبرداروں کو ناروے کی مثال پر غور کرنا چاہیئے۔

## عالمی معیشت:

زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی غیر ضروری شمولیت نے جہاں سماجی اور اخلاقی برائیوں کو جنم دیا ہے وہاں عالمی معیشت پر بھی منفی اثرات مرتب کئے ہیں عالمی معیشت کو دو واضح خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی مینوفیکچرنگ اور سروسز (اشیا سازی اور خدمات) امریکہ کی ستر (۷۰) فیصد معیشت سروس سیکٹر پر مشتمل ہے سروس سیکٹر کے پھلنے پھولنے کی ایک اہم وجہ لیبر فورس میں عورتوں کے تناسب میں اضافہ بھی ہے۔ ہوٹل، بنک، جنرل سٹور، کمپیوٹر اور دیگر خدمات بہم پہنچانے والے اداروں میں عورتوں کی ملازمتوں کا تناسب بہت زیادہ ہے۔ سروسز سیکٹر میں اضافہ سے خام قومی پیداوار میں تو بظاہر اضافہ ہوا ہے لیکن بالآخر اس کے نتائج حقیقی ترقی کے لئے ضرر رساں ثابت ہوں گے کیونکہ فقط خدمات، اشیا سازی کے بغیر قومی ترقی میں اضافہ نہیں کر سکتیں۔

## آزادی نسواں اور ویلفیئر سٹیٹ:

تحریک آزادی نسواں اور مساوی حقوق کے فتنہ نے امریکہ، یورپ اور بالخصوص سیکنڈے نیویا کے ممالک کی فلاحی ریاست کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں ان ممالک میں جس طرح ریاست کے وسیع فلاحی منصوبے سامنے آئے تھے ان میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ ۱۹۹۰ء کے بعد یہ صورت ہوگئی ہے کہ برطانیہ، ناروے، سویڈن، وغیرہ ویلفیئر پر اُٹھنے والے اخراجات

میں مسلسل کمی کر رہے ہیں کیونکہ اخراجات کی وجہ سے انکے بجٹ خسارے میں جا رہے ہیں۔ یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ان ممالک کے فلاحی اخراجات کا بیشتر حصہ عورتوں پر خرچ ہوتا ہے سیکنڈے نیویا میں عورتوں پر اُٹھنے والے مجموعی اخراجات کا حجم قومی ترقی میں ان کے شراکتی حصہ سے کہیں زیادہ ہے، ورکنگ ویمن اپنی آمدنی کے علاوہ مردوں کے آمدنی کا بھی خاصا حصہ خرچ کر ڈالتی ہیں۔ ان کی آمدنی کا زیادہ تر حصہ کسی تعمیری کام میں لگنے کے بجائے بناؤ سنگھار اور نمود و نمائش میں ہی خرچ ہوتا ہے۔ اکانومسٹ کے سروے کے مطابق سیکنڈے نیویا میں سنہری دور کا خاتمہ ہونے کو ہے۔

علامہ اقبالؒ نے ستر برس قبل یورپ کے متعلق کہا تھا۔

یہی ہے فرنگی معاشرے کا کمال
مرد بے کار و زن تہی آغوش

''مرد بے کار پھر رہے ہیں اور عورتوں کے گود خالی ہیں کیونکہ وہ ماں بننے کے لئے امادہ نہیں''

## پاکستان اور ترقی:۔

پاکستان میں مغرب کی اتباع اور مساوات مرد و زن کی غلط تعبیر کے نتیجے میں قومی دولت کا کثیر سرمایہ غیر پیداواری مدت میں خرچ ہو رہا ہے۔ چند سال پہلے لاہور ہائیکورٹ نے میڈیکل کالجوں میں لڑکیوں کیلیے مخصوص کوٹہ کو مساوات کے اصول کے منافی قرار دیتے ہوئے اُسے ختم کرنے کا حکم صادر کیا۔ جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ بعض کالجوں میں طلبہ کی نسبت طالبات کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے۔ مثلاً علامہ اقبال میڈیکل کالج میں باوجودیکہ طالبات کیلیے فاطمہ جناح میڈیکل کالج کی سہولت الگ موجود ہے، ہائیکورٹ کو طالبات کیلیے الگ الگ کالج کی سہولت میں تو عدم مساوات کی بات دکھائی نہ دی البتہ مخلوط کالجوں میں ان کی عدم مساوات کا خاص خیال رکھا گیا۔ پاکستان کی معروضی حالات میں طالبات کی نسبت میڈیکل طلبہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ میڈیکل کی طالبات کی اکثریت فارغ التحصیل ہونے کے بعد ملازمت نہیں کرتی، اگر کوئی ڈاکٹر ملازمت اختیار بھی کرے تو لاہور، ملتان، راولپنڈی جیسے شہروں سے باہر تعیناتی کیلیے بھی تیار نہیں ہوتیں۔ پنجاب میں شاید کوئی بنیادی ہیلتھ مرکز ہو جہاں کوئی لیڈی ڈاکٹر کام کر رہی ہو۔ لاہور میں میو ہسپتال، جناح ہسپتال وغیرہ میں لیڈی ڈاکٹر کی بھر مار ہے جہاں ایک کی ضرورت ہے وہاں کم از کم چار کام کر رہی ہیں۔ ان کی اکثریت چونکہ غیر پیداواری ہے، اسی لئے وہ قومی خزانے پر بوجھ ہیں۔ ہماری اعلیٰ عدالتوں کو میڈیکل کالج میں لڑکیوں کے لئے ''اوپن میرٹ'' کا تصور قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ملازمتوں میں ان کی تعیناتی کے متعلق مساوات کو بھی یقینی بنانا چاہیئے۔ بڑے شہروں سے باہر ملازمت نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اکیلی عورت ناسازگار ماحول میں بغیر کسی محرم مرد کے کس طرح کام کرے گی؟ یہ گویا اعتراف ہے اس بات کا کہ عورتیں وہ سب کام نہیں کر سکتیں جو مرد سرانجام دے سکتے ہیں مگر کھلے لفظوں میں کوئی خاتون یہ اعتراف کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کیونکہ وہ اُسے شکست سمجھتی ہے۔ ترقی یافتہ معاشروں میں معاشی ترقی کی رفتار میں ٹھہراؤ یا کمی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں کی

افرادی قوت میں نوجوان طبقہ کی تعداد میں کمی واقع ہوگئی ہے۔کام کے قابل افرادی قوت میں کمی کا سبب وہاں کی عورتوں میں بچے پیدا نہ کرنے کا رجحان ہے لیکن امریکہ، کینیڈا اور دیگر ممالک ہر سال لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو درآمد کرتے ہیں اگر ان ممالک سے ایشیائی اور افریقی محنت کشوں کو نکال دیا جائے تو یہ سخت معاشی بحران سے دوچار ہو جائیں گے۔ یہ ایک تناقض فکر ہے کہ ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ممالک میں آبادی کے اضافہ کے رجحان پر سخت تشویش میں مبتلا رہتے ہیں لیکن ان ترقی پذیر ممالک کی اضافی آبادی ہی ہے جو ان کی معیشت کو سنبھالے ہوئے ہے۔

## امریکہ میں عورت:۔

عالمی ذرائع ابلاغ امریکی عورت کی جو تصویر آج کل پیش کر رہے ہیں چند دہائیاں قبل امریکی سماج میں عورت کا یہ روپ ہرگز نہ تھا۔ جنگ عظیم دوم کے بعد امریکہ میں زبردست تحریک شروع ہوئی کہ عورتوں کو کارخانوں اور دفتروں کی ملازمت سے نکال کر واپس خانہ داری کے امور کی طرف راغب کیا جائے۔۱۹۵۰ء کی دہائی میں امریکہ میں اُمور خانہ داری پر اس قدر زور دیا گیا کہ اسے بعد کے مورخ ultna-domesticity یعنیٰ بے تحاشا خانہ داری، کا عشرہ کہہ کر پکارنے لگے، اور بات بھی حیران کن ہے کہ یہی دور امریکی معاشرے کی خوشحال اور ترقی کے اعتبار سے زرّیں دور' خیال کیا جاتا ہے.

آج امریکہ کے سلیم الطبع دانشور مادر پدر آزاد نسل کے رویے سے بے حد پریشان ہیں وہ ۱۹۵۰ء کی دہائی کو امریکی معاشرے کیلئے ماڈل (نمونہ) قرار دیتے ہیں۔ان کا فلسفہ یہی ہے کہ گھر عورت کی جنت ہے، معاشرے کا اجتماعی سکون گھریلو ماحول کو پرسکون رکھے بغیر ممکن نہیں ہے۔اور اس مقصد کے حصول کیلئے عورت کا گھر پر رہنا ضروری ہے، اس موضوع پر راقم کی نگاہ سے متعدد کتابیں گزری ہیں۔مگر ان میں سے ایک کتاب کا عنوان ہے

A Lesser Life :The Nyth of women'sLiberation

یعنی ''حیات کمتر !عورتوں کی آزادی کا واہمہ''

مذکورہ کتاب کی مصنفہ ایک امریکی خاتون سلویا این ہیولٹ ( Syluia Ann Hewlett ) ہیں۔جو برطانیہ کی کیمرج یونیورسٹی اور امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی سے اعزاز کے ساتھ تعلیم مکمل کر چکی ہیں اسکے بعد تسلسل کے ساتھ عبارت کو اصل کاپی سے نوٹ کرلیں اور اصل کے صفحہ نمبر 14 میں مندرجہ ذیل عبارت تک (کسی حد تک کم ہوگئی صفحہ ۱۵۲،۱۵۳) ہیولٹ کے درجہ ذیل الفاظ پڑھ کر تو شاید قارئین کو اعتبار نہ آئے۔آخر یہ کیونکر ہوا کہ امریکی لڑکیوں نے تعلیمی اعزازات پر منگنی کی انگوٹھیوں کو ترجیح دینا شروع کردی۔انکے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے: مختصراً یہ کہ ملازم پیشہ امریکی عورتوں (پروفیسر،وکلاء،ڈاکٹر وغیرہ) کا تناسب ۱۹۵۰ء میں جنگ سے قبل کے سالوں میں انتہائی کم تھا اور امریکی عورتوں کا ملازمت بطور پیشہ اختیار کرنے کا رجحان اپنی یورپی بہنوں کی نسبت بہت کم تھا۔حتیٰ کہ امریکہ کے اعلیٰ درجہ کے کالجوں میں سب نوجوان طالبات کی آرزو یہ تھی کہ وہ گریجویشن کرتے ہی اعلیٰ تعلیمی اعزازات کے بجائے اپنی

انگلیوں میں منگنی کی ہیرے کی انگوٹھی پہن سکیں۔امریکی عورتیں عام طور پر بچوں کی پیدائش سے پہلے جاب کرتی تھیں یا پھر اس وقت جب ان کے بچے ہائی سکول میں داخل ہو جاتے تھے، مگر وہ ملازمتوں کو شاذ و نادر ہی مستقل پیشہ بناتی تھیں۔امریکہ میں پچاس کی دہائی میں عورتیں اپنی بہترین توانائیاں خانہ داری اور بچوں کی دیکھ بھال میں خرچ کرتی تھیں۔'' (صفحہ:۱۵۳)

۱۹۵۰ء کی دہائی میں امریکی معاشرہ نسوانی فطرت کی حقیقت کی بہت حد تک عکاسی کرتا تھا۔اس معاشرے میں خاندان اپنی بچیوں کو تعلیم اس غرض سے دلاتے تھے تاکہ انکے رشتے اچھے گھرانوں میں ہو جائیں نہ کہ انہیں اچھی ملازمت ملے۔پاکستان میں بھی یہی حال ہے امریکی مصنفہ نے تعلیمی اسناد کے مقابلے میں منگنی کی ہیرے کی انگوٹھیوں کو ترجیح دینے کی بات کر کے نوجوان طالبات کے رومانوی خوابوں کی دنیا میں اُتر کر جھانکا ہے کیونکہ وہ خود ایک عورت ہے، اس لیے خواتین کی رومانوی ترجیحات کو بخوبی سمجھتی ہیں ہیولٹ کہتی ہیں کہ جنگ عظیم کے بعد امریکی عورتیں بہترین تعلیم یافتہ تھیں اور کسی بھی ترقی یافتہ معاشرے کی عورت کے برابر تھیں۔تو پھر وہ پوچھتی ہیں کہ انہوں نے اپنی آزادانہ خواہشات کو ترک کر کے گھریلو زندگی کو کیوں اپنایا اسکا جواب وہ خود دیتی ہیں امور خانہ داری کی طرف یہ زبردست رجحان نتیجہ تھا حکومت کی ان پالیسیوں کا جو اس نے جنگ عظیم کے بعد اپنائیں۔اسمیں اہم ترین پالیسی عورتوں کی روایتی کردار کی زبردست حوصلہ افزائی تھی۔معاشی حکمتِ علمی وضع کرنے والوں کے پیش نظر یہ بات تھی کہ عورتوں کو ترغیب دی جائے کہ جنگ کے دنوں میں انھوں نے جو کام اختیار کئے تھے، اس کو چھوڑ کر گھروں کی راہ لیں تاکہ وہ مرد جو میدان جنگ سے واپس آئیں ان کے لیے روزگار مہیا ہو سکے ۱۹۴۶ء تک ۴۰ لاکھ سے زیادہ عورتوں کو پیداواری اداروں کی ملازمت سے چھٹی کرا دی گئی'' ہمارے وہ دانشور جو آج عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ ہر میدان میں کام کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں اور اسے معاشی ترقی کیلئے ضروری سمجھتے ہیں، انہیں چاہیئے کہ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں امریکی معاشرے اور اس کی عدیم النظیر اس ترقی کا بھی جائزہ لیں۔

## پاکستانی عورت اور ترقی کالضبُ العین:

حکومت اور سیاسی عمل میں مساویانہ بنیادوں پر شرکت، تحریک حقوق نسواں کا شروع سے مطالبہ رہا ہے کہ خواتین کے حقوق کی علمبردار مغرب زدہ تنظیموں کو قانون ساز اداروں میں خواتین کو کم از کم ۳۳ فیصد نمائندگی مل جائے تو وہ نہ صرف معاشرے میں سے صنفی امتیاز کا خاتمہ کر سکتی ہیں بلکہ خواتین کے حقوق کے منافی بنائے جانے والے قوانین کے خاتمے اور ایسے نئے قوانین کے اجراء کا راستہ بھی روک سکتی ہیں۔

پاکستان میں ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں پاکستانی خواتین کو قانون ساز اداروں میں ابتدائی طور پر ۱۷ فیصد نمائندگی سے نوازا گیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ خواتین کو اسمبلیوں میں اس قدر زیادہ نمائندگی دینے کے باوجود عام پاکستانی عورت کی حالت میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے یا نہیں۔اس کے متعلق روزنامہ نوائے وقت میں رفیعہ پاشا اور بشریٰ محمد نے مشترکہ طور پر تحریر کردہ اپنے مضمون میں یوں تبصرہ کیا

ہے: ''اتنی بڑی تعداد میں خواتین کے اسمبلیوں میں پہنچنے کے بعد توقع تھی کہ ملک کی نصف آبادی کی نمائندہ عام عورت کے حقوق کے تحفظ اور تشدد ناانصافی سے نجات دلانے کیلئے ترجیحی بنیادوں پر یہ کام شروع کریں گی اور اسمبلیوں کے اندر پارٹی سیاست سے بالاتر ہوکر خواتین کے ایشوز پر متحد ہوکر آواز بلند کریں گی لیکن خاتون اراکین اسمبلی کی ۱۵ ماہ کی کارکردگی بیان بازی سے آگے نہیں بڑھی اور عملی سطح پر کسی جماعت کی خواتین نے کوئی کارکردگی نہیں دکھائی۔

انتخاب سے قبل خواتین کی مختلف حقوق کی تنظیموں کی طرف سے منعقد کئے گئے پروگرام میں ہر جگہ تمام سیاسی جماعتوں کی خواتین نے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ وہ خواتین کے ایشوز پر دباؤ کو خاطر میں نہیں لائیں گی۔ تاہم اسمبلیوں میں جانے کے بعد وہ اپنے اس عزم پر قائم نہیں رہ سکیں۔ عام پاکستانی عورت جو ظلم وتشدد استحصال وغربت، ناخواندگی، ناانصافی، فرسودہ روایات اقدار اور امتیازی رویوں کا شکار ہے ہر گذرے دن کے ساتھ اسکے دکھوں اور مصائب اور مشکلات جبکہ عورتوں کے حقوق کے تحفظ اور انکی تقدیر بدلنے کا نعرہ لگا کر اسمبلیوں میں نمائندگی حاصل کرنے والی خواتین کی تنخواہوں اور مراعات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے'' نوائے وقت ۸ مارچ ۲۰۰۴ء

ہمارے خیال میں خواتین کی اسمبلیوں میں صنفی کارکردگی نہ دکھانے کا سبب مردوں کی طرف سے ان کی مخالفت یا تنقید نہیں ہے اگر پاکستان میں %17 کے بجائے %77 خواتین کو اسمبلیوں میں بٹھا دیا جائے تب بھی انکی یہ نمائندگی کی عملی شرکت سے ہی عورتیں ترقی کرسکتی ہیں. یہ مغرب کا تصور ہے جو کہ انہوں نے پسماندہ ممالک کیلئے پیش کیا ہے، ورنہ انکے ہاں عورتوں کی پارلیمنٹ میں نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی تب بھی وہاں کی عورتیں ترقی یافتہ تھی، امریکہ، برطانیہ، فرانس اور جرمنی سمیت ایک بھی ترقی یافتہ ملک ایسا نہیں جہاں کی عورتوں کو ۳۳ فیصد نمائندگی حاصل ہو۔ بنیادی طور پر یہ تصور غلط ہے کہ سیاست میں خواتین پاکستانی خواتین کی اس ترقی کی ضامن نہیں بن سکتی جس کا یہ خواب دیکھتی ہے۔ پاکستان کی اسمبلی میں دوسرے پارٹیوں کے مقابل متحدہ مجلس عمل کی خواتین اراکین اسمبلی بھی موجود ہے۔ اسلامی مزاج رکھنے والی ان خواتین کی موجودگی کا اور کوئی عملی فائدہ ہو یا نہ ہو، یہ ضرور ہوا ہے کہ وہ مغرب زدہ خواتین کی طرف سے حدود آرڈننس اور دیگر اسلامی قوانین کے خلاف کی جانے والی کوششوں کی بھرپور مزاحمت کر رہی ہیں انہوں نے مٹھی بھر افرنگ زدہ عورتوں کے اس دعویٰ کو بھی باطل ثابت کیا ہے کہ وہ تمام پاکستانی خواتین کی نمائندگی کرتی ہیں۔

امریکہ اور یورپ کی تاریخ گواہ ہے کہ مادی ترقی کے حصول کے لئے عورتوں کا مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ شریک ہونا ناصرف ناپسندیدہ ہے بلکہ غیر ضروری ہے۔ ملکی ترقی میں عورت کا شاندار کردار یہ ہے کہ وہ خاندانی زندگی کے نظام کو اس انداز میں سنبھال لیں کہ اجتماعی طور پر معاشرہ استحکام حاصل کرے. خاندان کی اندرونی زندگی کو اجاڑ کر دفتروں اور فیکٹریوں کے ماحول کو رونق بخشنے سے ترقی کا توازن قائم نہیں رکھا جاسکتا مغربی معاشرہ آج اسی عدم توازن کا شکار ہے۔

عورتیں تعلیم کی روشنی سے بھی اپنی روح کو منور کریں، انہیں صحت کی سہولیات بھی ہر ممکن حد تک پہنچائی جائیں۔ ان سے ہونے والی ناانصافی کے خاتمے کی جدوجہد بھی ضرور کی جائے، مگر ان باتوں کے ساتھ ان کی پہلی ترجیح خاندانی زندگی کو استحکام بخشنا ہو۔ تعلیم ایک مرد

کے لئے معاش کا ذریعہ ہوسکتی ہے مگر عورت کو اس لئے تعلیم یافتہ ہونا چاہیئے تاکہ وہ اپنے بچوں کی مناسب تعلیم وتربیت کا خیال رکھ سکے۔ انہیں علم کی روشنی منتقل کر سکیں اور اپنے گھروں کی چراغ خانہ بن کر اس کی دیواروں کو علم کی روشنی سے منور کر سکے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر زندگی بسر کرے۔شہری زندگی میں ایسا ہوتا ہے جہاں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے پر مجبور ہوتیں ہیں۔گھر سے باہر اگرچہ عورتوں کی مخصوص تعلیمی، تبلیغی، رفاہی اور سماجی حلقوں میں عورت بھرپور انداز میں شریک ہوسکتی ہے لیکن ان حلقوں میں شرکت کو اُسے پیشہ ورانہ مشغولیت کی صورت ہرگز نہیں دینی چاہیئے تاکہ خاندانی زندگی نظرانداز نہ ہو۔

بشکریہ ماہنامہ محدث لاہور


## جامعہ المرکز الاسلامی

کا عظیم علمی، فقہی، تحقیقی شاہکار

مجموعہ مقالات دوسری بنوں فقہی کانفرنس

ترتیب وتدوین کے آخری مراحل میں، جس میں

بناولنٹ فنڈ، اجتہاد اور عصر حاضر، اعضاء کا انتقال اور پیوند کاری، گروپ انشورنس، اسلام کا قانون بین الممالک، ھبہ میں قبضہ کی شرعی حیثیت، گریجویٹی پوسٹ مارٹم فساد وعدم فساد صوم کا معیار، عصر حاضر کا چیلنج اور علماء کرام کی ذمہ داریاں، ہاؤس بلڈنگ کے قرضوں پر بحث اور اس کا حل، موجودہ معاشی مسائل کا حل فقہی مواد کی تشکیل جدید، تعزیر بالمال کی شرعی حیثیت، موجودہ انتخابات، سودی نظام کا اسلامی متبادل حل، بیع بالوفاء، اختلاف مطالع ورمضان وعیدین کی وحدت، انسانی حقوق، رسول اکرم ﷺ کی دعوت میں انسانی نفسیات کا لحاظ، قادیانی کفر کے کس قسم میں داخل ہیں، انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت، مجموعہ سود ورہن، یہودی وعیسائی تنظیموں کی سرگرمیاں، حقوق نسواں کا شرعی تصور، احتساب وغیرہ جیسے اہم عنوانات پر تفصیلی مقالات شامل اشاعت ہیں۔ جو کہ بڑی محنت اور کاوشوں سے کتابی صورت میں پیش کئے جارہے ہیں۔جلد ہی اپنی کاپی محفوظ فرمائیں۔

برائے رابطہ: دفتر جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں فون: 0928-331353 فیکس نمبر: 331355

ای میل: almarkazulislami@maktoob.c